نوحہ مظلومیِ شہزادی زینبؑ

شام کی راہوں میں آتا رہا زینبؑ کو خیال
جلتے خیموں میں ہی جل جاتی تو اچھا ہوتا

ساتھ بھائی کے ہی بن جاتی مری تربت بھی
بے ردا شام نہیں آتی تو اچھا ہوتا

جل کے مرجاتی تو چھنتی نہ مرے سر سے ردا
بھائی کی لاش پہ میں جاتی نہ یوں بے پردہ
حشر سے پہلے ہی مقتل میں تھا محشر برپا
بال چہرے پہ نہ بکھراتی تو اچھا ہوتا

یوں نہ آتی سرِ بازار علیؑ کی بیٹی
دیکھتی ایسے نہ دربار علیؑ کی بیٹی
ہے رسن بستہ، گرفتار علیؑ کی بیٹی
ہاتھ گردن سے نہ بندھواتی تو اچھا ہوتا

کون سی تھی کہ جو غربت نہیں گزری رن میں
کون سی تھی جو مصیبت نہیں گزری رن میں
کون سی ایسی قیامت نہیں گزری رن میں
یہ قیامت بھی گزر جاتی تو اچھا ہوتا

یہ خیال آیا تھا زینبؑ کو سرِ مقتل بھی
شامِ غربت میں سرِ پہرہ جب آئے تھے علیؑ
کاش اُس لمحۂ غربت میں زمیں پھٹ جاتی
اور میں اُس میں سما جاتی تو اچھا ہوتا

عصر کا وقت تھا اِک عالمِ تنہائی تھا
کند خنجر سے گلا کٹتا تھا جب بھائی کا
کاش میں بھائی کی گردن پہ گلا رکھ سکتی
میں بھی گردن وہیں کٹواتی تو اچھا ہوتا

سامنے میرے ہی سجادؑ نے درے کھائے
سامنے میرے سکینہؑ نے طمانچے کھائے
کچھ نہ کر پائی میں جب شمر نے دُر چھینے تھے
میں یہ غم دیکھ نہیں پاتی تو اچھا ہوتا

ثانیِٔ حیدرِ دلگیر پڑا تھا رن میں
میرا اکبرؑ، مرا بے شیر پڑا تھا رن میں
بے کفن لاشہَ شبیرؑ پڑا تھا رن میں
لاش بھائی کی میں دفناتی تو اچھا ہوتا

ہوں بیاں کیسے جو حالات تھے اے نورعلی
ہر طرف درد تھے، صدمات تھے اے نور علی
دل میں بی بیؑ کے یہ رہ رہ کے خیال آتا تھا
بھائی کو اپنے بچا لاتی تو اچھا ہوتا

شاعر باب الحوائج
نور علی نور